معانی القرآن للفرّاء کی خصوصیتیں

غلام مرتضیٰ آزاد

یحییٰ بن زیاد بن عبداللہ بن منظور الدیلمی، ابن الندیم کے بیان کے مطابق بنو منقر[1] کے اور
الانباری اور خطیب بغدادی کے بیان کے مطابق بنو اسد[2] کے موالی میں سے تھے۔ ابو زکریا کنیت
اور الفراء لقب۔ "فری" کے لغت میں دو معنی آتے ہیں ایک معنی ہیں سمور بنانا یا سمور بیچنا اور دوسرے
ی ہیں انداز سے کاٹنا۔ جیسا کہ "زہیر" کا ایک شعر ہے ؎

ولانت تفری ما خلقت وبعـ　　　　ـض القوم یخلق ثم لا یفری

ابن خلکان ان کے اس لقب کی مفصل وجہ لکھتا ہے کہ آپ نے کبھی فراء بنائی نہ بیچی، مگر چونکہ
کا اندازِ گفتار دل نشین تھا اس لئے فراء (بمعنی کاٹنے والا یا خوش گو) کے لقب سے مشہور ہوئے[3]

ولادت

آپ ۱۴۴ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے اس وقت کوفہ عباسی حکومت کا پایہ تخت تھا، عباسی خاندان کا
سرا خلیفہ ابو جعفر منصور حکمران تھا۔ کوفہ ان دنوں مختلف علوم و فنون کا مرکز تھا۔ یہاں بڑے بڑے
ا موجود تھے۔ حدیث، فقہ، نحو، روایتِ شعر، قرأت، تفسیر غرض ہر قسم کے علوم کا چرچا تھا۔ الفراء
تعلیم زیادہ تر کوفہ میں ہوئی۔

---

۱ - الفہرست صـ ۶۶ مطبوعہ بیروت۔

۱ - نزہتہ الالباء صـ ۱۲۶ مطبوعہ　　　　و تاریخ بغداد ج ۱۴ صـ ۱۴۹ مطبوعہ مصر۔

نیز معجم الادباء لیاقوت الرومی الجزء العشرون صـ ۱۰ -

۲ - وفیات الاعیان الجزء الخامس صـ ۲۲۶ مطبوعہ (مطبعہ السعادۃ بجوار مصر)۔

نخ

ہ نے کوفہ میں رہتے ہوئے علم نحو ابو جعفر الرواسی[1] سے، علم قراءت حمزہ بن حبیب الزیات
۱۵۶ھ[2] سے اور علم فقہ و حدیث قیس بن الربیع، مندل بن علی، ابو بکر بن عیاش اور سفیان بن
فی ۱۹۸ھ سے حاصل کیا[3]۔ اس کے بعد آپ بصرہ چلے گئے اور وہاں یونس بن حبیب البصری
۱۸۱ھ سے علم نحو کی تکمیل کی[4]۔ بعد ازاں آپ بغداد گئے اور وہاں علی بن حمزہ الکسائی متوفی ۱۸۹ھ
حاب میں شامل ہو گئے[5]۔ علی بن حمزہ نحو، لغت اور قراءت تینوں کے امام تھے۔

مون کے دربار تک رسائی

کسائی کے اصحاب میں احمر اور الفراء بہت ہی قابل سمجھے جاتے تھے۔ الکسائی کی وفات کے بعد الفراء کا شہرت بلند ہونا شروع ہوا اور بغداد کے علاوہ دوسرے صوبوں میں بھی ان کے علم و فضل کا چرچا ہونے پ کی خواہش تھی کہ کسی طور مامون کے دربار تک رسائی ہو جائے۔ ابو العباس ثعلب کا بیان ہے کہ وز ثمامہ بن الاشرس نے جو مامون کا درباری تھا۔ مامون کے ہاں جا کر بیان کیا کہ آج ایک بہت ادیب سے ملاقات ہوئی۔ میں اس کے پاس بیٹھ گیا اور اس سے لغت کے مسائل دریافت کرنے وہ ایک بحر زخار معلوم ہوا۔ میں نے نحو کے سوالات بھی پوچھے تو ظاہر ہوا کہ یکتائے روزگار ہے، فقہ ہاء کے اختلافات سے بھی بخوبی واقف ہے۔ علم نجوم اور طب میں بھی مہارت رکھتا ہے نیز ایام العرب اور العرب میں حاذق ہے۔"

میں نے ان سے کہا: کیا آپ الفراء ہیں؟

انھوں نے جواب دیا: جی ہاں۔ (وفیات ۵: ۲۲۵ - نزہتہ الالباء صہ ۱۳۲)

یہ بیان سن کر مامون بے حد متاثر ہوا، انہیں اپنے ہاں مدعو کیا اور شاہزادوں کو علم و ادب کی تعلیم

۔ الفہرست صہ ۶۶۔ ۲۔ مدرستہ الکوفہ صہ ۲۴ مطبوعہ مصر۔
۔ تاریخ بغداد ج ۱۴ صہ ۱۴۹ مطبوعہ مصر۔
۱۔ معجم الادباء ج ۲۰ صہ ۱۱ مطبوعہ وزارت المعارف العمومیہ بمصر۔
۔ نزہتہ الالباء۔ تاریخ بغداد۔ معجم الادباء۔

پینے پر مامور کر دیا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ دونوں شاہزادے اپنے اُستاد کے نعلین درست کرنے میں ایک دوسرے سے جھگڑ پڑے۔ مخبروں نے مامون کو مطلع کیا اُس نے الفراء کو بلا بھیجا اور دس ہزار درہم انعام عطا کیا۔

الفراء کا علمی مرتبہ

ابن الانباری کا بیان ہے کہ اگر اہل بغداد اور اہل کوفہ کو الکسائی اور الفراء کے علاوہ کوئی اور عالم میسر نہ ہوتا، تب بھی ان دونوں کی موجودگی ان کے لئے باعثِ فخر تھی۔ اور یہ جملہ تو ایک عرصہ تک زبان زد خلائق رہا۔[۱]

"الفراء امیر المؤمنین فی النحو" (فراء نحو میں امیر المؤمنین ہیں) (نزہۃ الالباء صـ ۳۳)

ابن الندیم کے الفاظ "یتفلسف فی تآلیفہ و مصنفاتہ" (الفہرست صـ ۶۷) سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ قدیم علوم کے ساتھ ساتھ اپنے دور کے جدید علوم سے بھی واقف تھے۔ "یتفلسف" کا لفظ اس دور کے عقلی رجحان و ذہنی ارتقاء کی غمازی کرتا ہے اور فراء کے لئے اس کا استعمال خود فراء کے علمی ذوق کو واضح کرتا ہے۔

آپ طب اور نجوم میں بھی دست گاہ رکھتے تھے فقہ اور ایام عرب میں بھی ماہر تھے۔ ثمامۃ بن الاشرس کا بیان گزر چکا۔ آپ کو قدیم شعراء کے بے شمار اشعار حفظ تھے (جیسا کہ ان کی مصنفات و تالیفات سے واضح ہے) اور خود بھی شعر کہتے تھے۔ الفہرست میں (صـ ۶۷ پر) ان کے تین اشعار نقل کئے گئے ہیں۔ ان کی ذہانت اور خداداد قابلیت حیرت انگیز تھی۔ ان کے ایک ہم سبق (ہناد بن سری) کا بیان ہے: "فراء ہمارے ساتھ اساتذہ کے پاس جایا کرتے تھے، مگر انہوں نے کبھی کچھ نہیں لکھا، البتہ کوئی اہم نکتہ بیان ہوتا تو اُستاد سے گزارش کرتے "اعدہ علی" یعنی میرے لئے دوبارہ بیان کیجئے۔"[۲] سعدون کا بیان ہے، میں نے کسائی سے پوچھا "علم میں الفراء بڑے ہیں یا الاحمر؟" اس نے کہا احمر کی قوتِ حافظہ حیرت انگیز ہے اور فراء کی قوتِ فکر۔[۳]

۱۔ معجم الادباء، الجزء العشرون صـ ۱۱
۲۔ تاریخ بغداد، الجزء الرابع عشر صـ ۱۵۲
۳۔ نزہۃ الالباء صـ ۶۵

فراء کے بارے میں ابو العباس ثعلب کی یہ رائے آب زر سے لکھنے کے قابل ہے:
اگر الفراء نہ ہوتے تو عربی نہ ہوتی۔ اس لئے کہ انہوں نے اسے ضبط کیا۔ اگر فراء نہ ہوتے تو زبان کی عمارت گر جاتی۔ کیونکہ نااہل لوگ اس کے مسائل میں بحث ومباحثہ کرتے اور غلط دعاوی قائم کر لیتے اگر یہی ... حال رہتی اور فراء اسے ضبط نہ کرتے تو عربی ختم ہو جاتی: [1]
... نے عربی زبان کے قواعد کی وضاحت میں کتاب ... تالیف کی تھی اور مذکورہ بالا بیان اسی سے متعلق ہے۔

اس مقام پر الفراء کی ذہانت و ذکاوت اور زندہ دلی سے متعلق ایک لطیفہ بیان کرنا بے جا نہ ہوگا۔
الیزیدی نے ایک مرتبہ الفراء سے سوال کیا:
"اگر کوئی شخص سجدہ سہو کرنا بھول جائے تو کیا کرے؟"
"اس پر کوئی چیز واجب نہیں۔ فراء نے جواب دیا۔
بشر نے سوال کیا: آخر اس کی وجہ؟
فراء نے جواب دیا: میں نے فقہ کے اس مسئلہ کو عربی زبان کے اس قاعدہ پر قیاس کیا ہے کہ مصغر کی مزید تصغیر نہیں ہوتی۔ اس لئے سجدہ سہو نہ کرنے پر کوئی سجدہ سہو نہیں۔ [2]

تلامذہ

آپ کے تلامذہ بے شمار تھے جیسا کہ ابو بدیل الوضاحی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے۔ [3] ان کے چند مشہور تلامذہ کے اسماء اور مختصر تعارف ملاحظہ کیجئے:

۱۔ ابو جعفر محمد بن قادم معتز کے اتالیق رہے۔
۲۔ سلمہ بن عاصم الفراء کی کتب کا راوی ہے خود بھی دو کتابوں کا مصنف ہے۔

۱۔ لسقطت العربیۃ۔
۲۔ گزشتہ جملہ تذکرہ نگار۔
۳۔ نزہۃ الالباء و تاریخ بغداد۔
۴۔ تاریخ بغداد۔ ج ۱۴ ص ۱۵۰۔

- عبداللہ بن طاہر -

- ابوعبداللہ الطوال - [1]

- عمر بن بکیر جن کی گزارش پر معانی القرآن کی املاء ہوئی -

- ابو بدیل الوضاحی - [2]

- ابوطلحۃ الناقط یہ قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے اور الفراء املاء کراتے تھے -

- محمد بن الجہم السمری یا النمری مطبوعہ معانی القرآن کے راوی ہیں - شاعر بھی تھے - الفراء کی وفات پر اس کی یاد میں ۲۱ اشعار کا ایک مرثیہ بھی کہا ہے - [3]

تالیفات

الفہرست میں ابن الندیم نے الفراء کی سترہ کتابوں کی فہرست دی ہے [4] - معجم الادباء - یاقوت نے ... کتابیں شمار کی ہیں، اس مقام پر ہم ان کی جملہ کتب کی فہرست پیش کرنا نہیں چاہتے، البتہ قرآن مجید سے متعلق موضوعات پر ان کی تالیفات درج ذیل ہیں:

۱ - کتاب اللغات یعنی لغات القرآن (ابن الندیم)

۲ - کتاب المصادر فی القرآن -

۳ - کتاب الجمع والتثنیہ فی القرآن -

۴ - المشکل الکبیر - ویبدو انہ فی مشکل القرآن کمشکل ابن قتیبہ - خیال ہے کہ یہ مشکل القرآن کے موضوع پر مشکل ابن قتیبہ کی طرح ہوگی - (مقدمہ تفسیر معانی القرآن)

۵ - کتاب معانی القرآن -

معانی القرآن

الفراء کے مشہور شاگرد عمر بن بکیر خلیفہ مامون کے وزیر حسن بن سہل کے مصاحب تھے، وزیر

---

۱ - الفہرست - ص ۶۷، ص ۶۸ -

۲ - تاریخ بغداد - ج ۱۴ - ص ۱۵۰ -

۳ - تاریخ بغداد - ج ۱۴ - ص ۱۵۴، ۱۵۵ -

۴ - الفہرست ص ۶۷ -

ے قرآن مجید کی مختلف آیات کی تفسیر پوچھا کرتے تھے۔ عمر بن بکیر نے اپنے استاد الفراء سے

کی کہ اگر آپ اس سلسلہ میں کوئی کتاب وغیرہ املاء کرا دیں تو خوب ہو۔ الفراء نے اپنے تلامذہ

اور معانی القرآن املاء کرانا شروع کردیا۔ مسجد میں ایک شخص اذان دیتا اور سب لوگ اکٹھے

ابو طلحۃ الناقط تلاوت کرتے اور الفراء آیات کی تشریح کرتے اور املاء کراتے جاتے۔ یہ

۲۰۲ھ سے ۲۰۴ھ تقریباً دو برس تک جاری رہا۔ سلمۃ بن عاصم (جن کا ذکر گزر چکا ہے) اور

ے قدیم اور ممتاز شاگرد تھے۔ املاء کرا چکنے کے بعد عبارت دوبارہ بلند آواز سے پڑھتے اور

ے اپنے نوشتوں کی تصحیح کر لیتے۔[۲]

تفسیر کا تعارف

رآن پاک کی تفسیروں پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالنے سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ کتب تفسیر چار اقسام

یم ہو سکتی ہیں:

۔ تفاسیر جن میں آیات کی تشریح کے لئے صرف روایات پر اکتفا کیا گیا ہے۔

وہ تفاسیر جن میں آیات کی تشریح لغوی اور نحوی انداز سے کی گئی ہے۔

وہ تفاسیر جن میں روایات اور نحو و لغت دونوں کی روشنی میں آیات کی تشریح کی گئی ہے۔

وہ تفاسیر جن میں آیات کی تشریح کے لئے مشاہدات (سائنسی جغرافیائی یا تاریخی) سے استدلال

کیا گیا ہے۔

تفسیر معانی القرآن اس تقسیم کے لحاظ سے دوسری قسم کی تفسیر سمجھی جاتی ہے، لیکن بعض مقامات پر

کی تشریح کے لئے الفراء روایات بھی پیش کرتے ہیں۔

معانی القرآن کو مادر گیتی نے نوادرات میں چھپا کر محفوظ کر رکھا تھا۔ اس متاع گراں بہا کو عام کرنے

یال سب سے پہلے ڈاکٹر صفیہ حسن معصومی کو ہوا۔ انھوں نے معارف اعظم گڑھ شمارہ ۶ ۱۹۴۷ء میں اس کے

رف پر ایک مضمون شائع کرایا اور اس کے بعد تفسیر کی تدوین کا کام شروع کر دیا۔ لیکن اسی دوران میں مصر

دو علماء احمد یوسف النجاتی اور محمد علی النجار کی مساعی سے یہ تفسیر چھپ کر منظر عام پر آ گئی۔ ابھی تک اس

دو جلدیں شائع ہوئی ہیں۔ پہلی جلد سورۃ فاتحہ سے سورۃ یونس تک ہے جو ۱۹۵۵ء میں شائع ہوئی۔

دوسری جلد سورۃ ہود سے سورۃ الزمر تک ہے جو ۱۹۶۶ء میں شائع ہوئی۔

۱۔ الفہرست ۔ صفحہ ۶۷ ۲۔ تاریخ بغداد ۔ الجزء الرابع عشر صفحہ ۱۵۴، ۱۵۵۔

عانی القرآن میں علی العموم مندرجہ ذیل موضوعات سے بحث کی گئی ہے:

ختلاف القراءات ۲ - اعراب القرآن

فردات القرآن (لغات القرآن) ۴ - حقیقۃ الالفاظ ومجازھا

احتمال زیادۃ الکلمۃ ۶ - احتمال الاضمار او الاستقلال

تعقیب ۸ - رسم الخط

شانِ نزول۔

پہلے آٹھ مباحث لغت ونحو وادب سے متعلق ہیں اور آخری بحث روایات سے۔

ان موضوعات کی تشریح وتفصیل سے قبل الفراء کے اندازِ کلام، طرزِ بیان اور ان کی تفسیر کی چند خصوصیات ضاحت کرنا نہایت ضروری ہے۔ تاکہ آیات کی تشریح وتفسیر کے مطالعہ سے قارئین کما حقہٗ استفادہ کر سکیں

۔ الفراء جب کسی مسئلہ پر بحث کرتے ہیں تو اس کے کسی پہلو کو تشنہ نہیں چھوڑتے۔

۔ فراء کا اندازِ بیان کچھ ایسا ہے کہ ایک ایک نکتہ ذہن نشین ہو جاتا ہے۔ اسی وصف کی وجہ سے آپ کو الفراء کہا جاتا ہے۔

۱ - الفراء کسی آیت کی تشریح کرتے ہیں تو عام قاعدہ بیان کرتے ہیں اور اس قاعدہ کی مناسبت سے قرآن مجید کی ان تمام آیتوں کو، جو اس قاعدہ کے تحت آتی ہیں، یکجا ذکر کر دیتے ہیں اس طرح متعلقہ آیات کی تشریح بھی ہو جاتی ہے اور وہ قاعدہ بھی ذہن نشین ہو جاتا ہے۔ ان تشریحات کی تائید میں کلام عرب اور اشعارِ عرب سے بھی مثالیں پیش کرتے ہیں۔ الفراء کی اس خصوصیت کی مزید وضاحت کے لئے ہم آیت پاک "ذلک الکتاب لا ریب فیہ" کی تشریح کا خلاصہ پیش کرتے ہیں:

قاعدہ ۔ 'ھذا' اور 'ذلک' ایک دوسرے کی جگہ بکثرت استعمال ہوتے ہیں۔

مثلاً: واذکر عبادنا ابراھیم واسحٰق ویعقوب اولی الایدی والابصار ○ انا اخلصنٰھم بخالصۃٍ ذکری الدار ○ وانھم عندنا لمن المصطفین الاخیار ○ واذکر اسمٰعیل والیسع وذا الکفلؕ وکل من الاخیار ○ ھذا ذکر۔ (سورۃ ص: ۴۵ - ۴۹)

مثال ۲: وعندھم قاصرات الطرف اتراب ○ ھذا ما توعدون لیوم الحساب ○ (سورۃ ص: ۵۲-۵۳)

مثال ۳: وجاءت سکرۃ الموت بالحق ط ذلک ما کنت منہ تحید۔ (سورۃ ق ۱۹)

ان مثالوں سے یہ قاعدہ بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ ایسے مواقع میں کبھی 'ھذا' استعمال کیا جاتا ہے

لت الفراء نے ایسے مقامات کی نشاندہی کی ہے جہاں ھذا کی بجائے ذالک کہنا
ہیں۔ چنانچہ اگر آپ کے سامنے ایسے دو آدمی ہوں جن میں سے ایک سے آپ کا تعارف ہو اور
سے نہیں تو جس سے تعارف نہیں ہے اس کے بارے میں آپ من ذالک نہیں کہہ سکتے
ذا الذی معک ہی کہنا ہوگا۔

فراء کی تفسیر معانی القرآن میں اگرچہ مختلف موضوعات زیر بحث آ گئے ہیں لیکن اس تفسیر کا
یادی مقصد قرآن مجید کے اعراب و تراکیب کلام کی وضاحت ہے اور یہ بحث ایسی واضح او
رلل ہے جس کی نظیر دوسری کتابوں میں نہیں ملتی۔ الفراء نے لغات القرآن اور شان نزول سے بہت
م بحث کی ہے اس لئے کہ ان موضوعات پر ان سے قبل تابعین، تبع تابعین اور ان کے اساتذہ کی
راد و تشریحات قلم بند ہو چکی تھیں نیز لغات القرآن کے موضوع پر انھوں نے ایک مستقل کتاب
ملاء کرائی تھی۔

بعض لوگوں نے الفراء کے متعلق یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ وہ معتزلی تھے (یاقوت الجزء العشرون ص ۱۱)
لیکن بعض ایسے مسائل ہے جن کی تشریح میں کسی مفسر کے عقیدے کی وضاحت ہو سکتی ہے، معانی القرآن
میں کوئی بحث نہیں۔ اس سلسلہ میں آیت ختم اللہ علی قلوبھم (البقرۃ ۷) خاص طور پر
قابل ذکر ہے مگر الفراء نحوی خوبیوں سے بحث کرکے آگے نکل گئے۔

ماضی کے واقعات یا ایسی اصطلاحات و الفاظ کی تشریح کے لئے جن کا تعلق زیادہ تر نقل سے ہے
الفراء یا تو وحاء فی التفسیر کہہ دیتے ہیں یا کوئی منقطع اور موقوف روایت کرکے اس کی تشریح
کرتے ہیں۔ اس کتاب میں مرفوع روایات بہت کم ہیں جس کی بظاہر دو وجہیں بیان کی جا سکتی
ہیں۔ اول یہ کہ فراء اصولی طور پر نحوی نکتوں سے بحث کرتے ہیں۔ دوم یہ کہ ان کی ایک دوسری
مستقل تالیف مشکل الکبیر ہے جو مشکل القرآن کے موضوع سے تعلق رکھتی ہے مشکلات القرآن
ایک ایسا موضوع ہے جس میں لغت اور روایات صحیحہ سے استدلال کرنا پڑتا ہے۔ علاوہ ازیں
محدثین کا عام طریقہ یہ تھا کہ روایات کی سند پوری پوری بیان کرتے تھے۔ فقہاء اور اصولیین روایتوں
کی نقل کے لئے سند کی چنداں پروا نہیں کرتے تھے اور ان کی روایتیں اکثر و بیشتر متداول ہوتی تھیں۔
۔ اس کتاب میں الفراء نے کہیں کہیں متقدمین کی آراء سے اختلاف بھی کیا ہے۔ ثم استوی الی السماء'
فلا تشمت بی الاعداء' اور ان ھذان لساحران کی تشریحات اظہار اختلاف کی واضح

مثالیں ہیں جن کی تفصیل آگے ملے گی۔

معانی القرآن کی ان خصوصیات کی مزید توضیح اجمالی طور پر آئندہ صفحات میں ملاحظہ کیجئے۔

اختلاف القراءات

اختلاف قراءات کی چار قسمیں ہو سکتی ہیں: تلفظ کا اختلاف، صیغہ کا اختلاف، حروف کا اختلاف اور اعراب کا اختلاف۔ تلفظ کا اختلاف بین الاقوامی حیثیت رکھتا ہے اور یہ کم و بیش ہر زبان میں موجود ہے۔ اس اختلاف سے لفظ کے معنی میں کوئی فرق نہیں پیدا ہوتا۔ مثلاً 'الحمدُ للہ' (بضم الدال) کو بعض لوگ الحمدِ للہ (بکسر الدال) بھی پڑھا کرتے تھے۔ الفراء نے اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ مرکب کلمات کبھی سرعت تلفظ کی وجہ سے سننے میں ایک کلمہ سمجھے جاتے ہیں جیسے 'ای شیء' سے 'ایشٍ' اور 'بابی' سے 'بابا'۔

صیغہ کا اختلاف۔ صیغہ کا اختلاف البتہ ایسا اختلاف ہے جس سے معنی میں تھوڑا سا فرق ضرور پیدا ہو جاتا ہے لیکن یہ فرق چنداں اہم نہیں۔ جیسا کہ

وما انزل علی الملکین ببابل ھاروت وماروت۔ (البقرۃ: ۱۰۲)

اس مقام پر بقول الفراء جملہ قراء اسے بفتح اللام ملکین (من الملائکۃ) پڑھتے ہیں اور ابن عباس سے بکسر اللام مِلکین (من الملوک) مروی ہے۔

حروف کے اختلاف اور اعراب کے اختلاف سے بھی معنی میں کچھ زیادہ فرق نہیں پڑتا البتہ بعض الفاظ ہیں جن میں متعدد معانی کا احتمال ہوتا ہے ایسے اختلاف سے ان کا ایک معنی متعین کیا جا سکتا ہے۔ اعراب اور اس کے اختلاف کی بحث خاصی طویل ہے اس کی تشریح آئندہ صفحات میں اعراب القرآن کے تحت درج کی جائے گی۔ اختلاف حروف کی ایک مثال اس مقام پر پیش کی جاتی ہے۔

حفظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطی وقوموا للہ قانتین۔ (البقرۃ: ۲۳۸)

مگر عبداللہ بن عباس کی قراءت میں (وعلی الصلوۃ الوسطی (علی کے اضافہ کے ساتھ) ہے اس لئے 'الصلوۃ' کا اعراب رفع نہیں خفض ہے۔

الفراء کہتے ہیں اگر اس مقام پر نصب پڑھا جائے تو بھی عمدہ ہے اس لئے کہ کسی امر کی ترغیب دلانے کے لئے اسے منصوب ہی پڑھتے ہیں۔ جیسے علیک بقرابتک والأمّ (بفتح المیم) تم اپنے قرابت داروں کے ساتھ سلوک کرو لیکن خاص طور پر ماں کے ساتھ حسن سلوک کو ملحوظ رکھو۔

(جاری ہے)